

اسلامی اندلس میں کتب خانے اور شائقین کتب

(۳)

احمد خان (مترجم)

کتابیں جمع کرنے کا کام مردوں تک محدود نہ تھا عورتیں بھی اس میں برابر کی شریک تھیں۔ بعض حضرات نے سمجھا ہے کہ اندلسی عورتیں بہت نازک تھیں، آرام و آسائش کی دلدادہ، گھر میں بند رہتیں اور عبیر و عنبر کے ماحول سے باہر قدم نہیں رکھتی تھیں، ہمیشہ لذات کے خواب میں محو رہتیں۔ مگر اندلس کی تمام عورتوں پر یہ بات چسپاں نہیں کی جاسکتی۔ ان کی تو ایسی حالت بھی نہ تھی جیسی کہ ریکاردو دی بیری (Recordo de Beri) کتابیں جمع کرنے والے ایک مشہور و معروف انگریز نے، جو تیرھویں صدی عیسوی میں ہو گزرا ہے، مذہبی آدمیوں اور عورتوں کو ہدف تنقید بناتے ہوئے کہی ہے :

”آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبی لوگوں کے گھروں سے کتابیں بالجبر نکال دی گئی ہیں جہاں وہ وراثت میں چلی آ رہی تھیں اور یہیں ان کی جگہ منصور ہوتی تھی۔ پہلے آپ ان کے ہاں کم از کم ایک کمرہ ایسا پاتے تھے جس میں کتابیں موجود ہوتیں۔ مگر اب زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے، کتابوں کو گھر سے باہر پھینک دیا گیا ہے تاکہ ان کی جگہ کتے لیں یا شکاری پرندے رہیں، اور بعض اوقات یہ مکروہ حیوان جسے عورت کا نام دیا جاتا ہے اور جس سے مذہبی لوگوں کا اختلاط مناسب نہیں ہے، جونہی علم کے دشمن اس حیوان کی نظر مکزئی کے جالوں میں گھری ہوئی کتابوں پر پڑتی ہے، تو ان کی غلیظ گالیوں

سے تواضع کرتی ہے اور کوشاں رہتی ہے کہ ان کی جگہ ریشمی،
جاذب نظر کپڑے یا کسی دوسری چیز کو رکھ دے چاہے وہ بے فائدہ
ہی کیوں نہ ہو، (۱)

ریکارڈو نے اپنے زمانے کی انگریز عورتوں کی جن صفات کا ذکر کیا ہے
وہ اندلسی عورت پر کسی طرح منطبق نہیں ہوتیں، البتہ قرطبہ کے بہت اونچے یا
بہت نیچے طبقے کی کچھ عورتیں اس قسم کی تھیں -

عورتوں کے لئے یہ امر بہت آسان تھا کہ وہ خط، عربی زبان و گرامر اور
اس کے علاوہ شعر کہنا بھی سیکھ لیں، جیسا کہ بعض عورتوں نے الحکم
کے عہد کی مشہور کاتبہ لبنی سے سیکھا ہے۔ اسی عہد میں فاطمہ بہت عمدہ
خط میں نہایت اطمینان و سکون کیساتھ کتابیں نقل کیا کرتی۔ اس نے نہایت
پاکیزہ زندگی بسر کی اور اس عہد کی بعض تحریرات کی رو سے کہا گیا ہے کہ
اس نے زندگی بھر شادی نہیں کی۔ قرطبہ کے متمدن طبقہ کی عورتوں میں بھی
کئی صاحبات کتابوں سے شغف رکھتی تھیں، جیسا کہ ایک بہت بڑے خاندان
کی فرد عائشہ بنت احمد بن محمد بن قادم (متوفی ۵۴۰ھ) تھیں۔ علم و ادب
کی محبت نے ان صاحبہ کو تجرد کی زندگی گزارنے پر راغب کیا، اور پھر اسی
حالت پر قائم رہیں۔ جوانی ہی میں وفات پائی مگر اس وقت تک متجرد ہی
تھیں۔ عربی شاعری فصاحت اور قدرت کلام میں مثال سمجھی جاتی تھیں۔
انہوں نے کئی کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کی ہیں۔ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی
کتابوں اور قرآن مجید کے نسخوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔
کتابوں سے اس حد تک شغف نے ایک کتب خانہ قائم کرنے پر مجبور کر دیا،
جو قرطبہ میں اس وقت کے مشہور کتب خانوں میں سے ایک تھا (۲)۔ اس کے

J. Simonet : Historia de los Mozarabes de Espana. Madrid, 1903. (۱)

(۲) ابن بشکوال ب کتاب الصلۃ. ج ۲ ص ۶۵۴ ت ۱۵۳۱۔

علاوہ امام عبدالرحمن بن محمد الناصر لدین اللہ کی لونڈی راضیہ کا نام بھی لیا جاسکتا ہے۔ یہ عموماً نجم کے نام سے پکاری جاتی تھی، اسے الحکم نے اپنے باپ سے آزاد کروایا تھا اور اس کے ساتھ لیب کی شادی کرا دی تھی۔ کچھ کم سو سال کی عمر میں اس نے ۵۴۲ھ میں وفات پائی۔ اس نے اپنی بعض کتابیں ابو محمد بن خزرج کے حوالے کر دیں تھیں (۳)۔ اسی طرح خدیجہ بنت جعفر بن نصیر بن التمار التیمی نے اپنی کتابیں اپنی بیٹی کے ہاں رکھوا دی تھیں جو ابو محمد بن اُسد فقیہ سے تھی (۴)۔

چھوٹے طبقے کی عورتوں میں کتابیں جمع نہ کرنے کا رجحان کتابوں سے نفرت و کراہیت کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ اس کے برعکس امر واقعہ یہ تھا کہ بیسیوں عورتوں نے قرآن اور عبادات سے متعلق کتابیں لکھنے کا مشغلہ اختیار کر رکھا تھا۔ اس طرح لکھ کر وہ انہیں وراثت کے ہاں بیچ دیتیں۔ ان عورتوں کا خط عمدہ ہوتا تھا اس کے علاوہ مردوں کی نسبت وہ سستے داسوں لکھنے کا کام کر دیتی تھیں۔ عبدالواحد المراکشی نے ابن فیاض کی قرطبہ سے متعلق کتاب میں سے نقل کیا ہے کہ ”قرطبہ کے صرف مشرقی حصہ میں ایک سو ستر (۱۷۰) عورتیں قرآن مجید کو خط کوفی میں لکھا کرئیں“ (۵)۔ اس سے آپ اندازہ لگائیے کہ باقی حصوں میں ایسی عورتوں کی کتنی تعداد ہوگی۔ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو بلاد اسلامیہ میں سب سے زیادہ لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ طلباء اسے مدارس میں پڑھتے ہیں، لوگ گھروں میں تلاوت کرتے ہیں، اور اسے مساجد میں بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کے نسخے دوسری کتابوں کی نسبت کتابت، شکل، انداز خط اور غلاف وغیرہ کے لحاظ سے عمدہ ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کے لکھنے کے لئے

(۳) ابن بشکوال: ج ۲ ص ۶۵۵ ت ۱۵۳۴۔

(۴) ابن بشکوال: ج ۲ ص ۶۵۴ ت ۱۵۳۲۔

(۵) عبد الواحد المراکشی: المعجب فی تلخیص أخبار المغرب، ط القاہرہ، ۱۹۴۹ء، ص ۳۷۲۔

لساخ ہمیشہ تیار ملتے، چاہے اس طرف ان کی توجہ کا سبب اس کام میں نفع ہوتا یا قرآن سے برکت کا حصول۔ ہم ذیل میں ایسے حضرات کا ذکر کر رہے ہیں جن کا شغف قرآن مجید لکھنا اور اس پر باقی کام کرنا رہا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قرطبہ کے محمد بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل ابن ابی الفوارس تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ قرآن کریم لکھنے والے شمار ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ دو ہفتوں یا اس کے قریب دنوں میں ایک قرآن لکھ لیتے تھے (۶)۔ ابو القاسم خلف بن سلیمان، جو ابن الحجام کے نام سے مشہور تھے، قرآن کی تنقیط * کرنے میں بہت ماہر تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یہ صاحب علم قرأت کے عالم تھے۔ قرطبہ میں ان کا انتقال ۵۳۹ء میں ہوا ہے (۷)۔ قرطبہ ہی کی عائشہ بنت احمد بہت خوبصورت خط میں قرآن کریم لکھا کرتی (۸)۔ ابو اسحاق ابراہیم بن مبشر بن شریف البکری قرطبہ میں اپنی دوکان کے اندر جو جامع مسجد کے قریب تھی، طلباء کو قرآن کی تنقیط کا کام سکھایا کرتے۔ ان صاحب نے علم قرأت مشرق میں بڑے بڑے علماء سے سیکھا تھا (۹)۔ طلیطلہ کا باشندہ نصرالمصحفی قرآن کی تنقیط میں ممتاز سمجھا جاتا تھا، بلکہ یہی پہلا شخص ہے جس نے اس کام کو تنقیط کا عنوان دیا تھا (۱۰)۔ شذونہ کے رہنے والے محمد بن وضاح، جو بڑے صالح اور زاہد تھے، قرآن لکھا کرتے تھے۔ ان کا انتقال ۵۳۶ء میں ہوا ہے (۱۱)۔

(۶) ابن الابار: التکملة لکتاب الصلوة. ج ۱ ص ۳۷۳ ت ۱۰۱۶۔
* ورق پر کسی روشنائی یا سونے کے باریک باریک نقطے ڈالنا۔ یہ عمل خوبصورتی کے لئے کیا جاتا تھا۔

(۷) ابن بشکوال: کتاب الصلوة. ج ۱ ص ۱۵۸ ت ۳۵۹۔

(۸) المقرئ: نفع الطیب. ج ۲ ص ۶۳۱۔

(۹) ابن بشکوال: کتاب الصلوة. ج ۱ ص ۸۹ ت ۱۹۳۔

(۱۰) ابن الابار: التکملة لکتاب الصلوة. ج ۲ ص ۷۳۳ ت ۱۸۵۰۔

(۱۱) ابن الفرزی: تاریخ العلماء والرواة للعلم بالاندلس. ج ۲ ص ۷۵ ت ۱۳۰۶۔

مالمقہ کے ابن مفضل ۳ جو بہت ہی پڑھیزگار تھے، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ستر قرآن کریم اپنے ہاتھ سے لکھے تھے۔ یہ صاحب قرآنی آیات کے علاوہ کوئی چیز لکھنے سے انکار کر دیا کرتے تھے (۱۲)۔

بتایا گیا ہے کہ اندلس میں بعض مصاحف بہت مشہور تھے۔ ابن خلیل السقونی کہتے ہیں کہ انہوں نے اشبیلیہ کی ایک مسجد میں قرآن کا چوتھا جزء ایسے خط میں لکھا ہوا دیکھا جو کوفی سے مشابہ تھا۔ ابو الحسن بن طفیل نے بتا کر بتایا ہے کہ یہ ابن مقلہ کا خط تھا (۱۳)۔ ابن خلیل نے خود وادی الحجارة میں ایک مصحف دیکھا تھا جس کے آخر میں یہ تحریر تھا: ”میں نے ایک ہی مرتبہ تراشے ہوئے قلم سے یہ قرآن مجید لکھا ہے،“ (۱۴)۔ سب سے زیادہ مشہور وہ مصحف تھا جو قرطبہ کی جامع مسجد میں محفوظ پڑا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مصحف عثمان تھا۔ اسے بہت مقدس سمجھا جاتا اور صرف جمعہ یا خاص خاص تقاریب کے موقع پر محفوظ جگہ سے باہر نکالا جاتا۔

ابن بشکوال کے قول کے مطابق یہ مصحف عثمان اس جامع مسجد میں ۵۰۵۲ء تک محفوظ رہا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ موحدین تبرکاً اس مصحف کو سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے (۱۵)۔ بالآخر یہ مصحف ۵۷۳۷ء میں تلمسان شہر میں شاہی کتب خانے میں دیکھا گیا ہے۔ وہاں سے پھر پرتگال منتقل ہوا۔ یہاں تک کہ ۵۷۴۰ء میں فاس کے ایک تاجر کے ہاتھ لگا۔ [اس کے بعد اس کے بارے میں علم نہ ہوسکا کہ کدھر گیا۔] بعض دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ ابن حمدیس کے عہد میں جب مسیحی لوگ

(۱۲) ابن الخطیب: الاحاطة فی أخبار غرناطة (مخطوطہ در مدرید) ج ۱ ورق ۳۶؛ ج ۲ ورق ۱۶۸۔

(۱۳) المقرئ: نفع الطیب. ج ۲ ص ۶۴۱۔

(۱۴) ایضاً۔

(۱۵) عبد الواحد المراكشي: المعجب فی تلخیص أخبار المغرب. ص ۲۵۳۔

قرطبہ پر قابض ہوئے تو انہوں نے جامع مسجد قرطبہ کے تمام مصاحف جلا دئے تھے، جن میں یہ مصحف عثمان بھی تھا (۱۶)۔

قرطبہ کی گھنی آبادی میں صرف مسلمان ہی نہیں بستے تھے بلکہ عیسائی بھی رہتے تھے، جن کے گرجے، پادری اور لاٹ پادری سبھی یہیں رہتے تھے۔ اس وقت کی روایات اور ماحول کے مطابق انہیں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں مکمل طور پر آزادی حاصل تھی۔ ان امور کی نشاندہی ایک بہت بڑے مسیحی مستعرب: البارو قرطبی کا وثیقہ کرتا ہے، جس کا ذکر اس نے اپنی کتاب Indiculus Luminosus میں کیا ہے، وہ کہتا ہے:

”میری قوم کے بہت سے لوگ عرب شعراء کا کلام اور ان کے ادبی افسانے پڑھتے ہیں۔ مسلم فلاسفوں اور فقہاء کی کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ان کا جواب دیں یا ان میں نقص نکالیں، بلکہ یہ تو فصیح عربی کی عمدہ عبارات اور تعبیرات سیکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور ہاں تمام نوجوان اور سمجھ دار عیسائی عربی زبان و ادب سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ صرف عربی کتابیں پڑھنے کا شوق ہی نہیں رکھتے بلکہ بڑے بڑے کتب خانے قائم کرنے میں ڈھیروں مال و دولت خرچ کرتے ہیں اور ہر موقع پر علانیہ اس امر کا پرچار کرتے ہیں کہ عربی ادب واقعی دلچسپ ہے۔“

”اسوی خلفاء کی مہربانی و عنایات کی بدولت سرکاری امور میں کافی عیسائی لوگ عمل و دخل رکھتے ہیں انہیں ان کے کاموں سے ہٹایا نہیں گیا، یہاں تک کہ جو شاہی محل میں ملازم تھا وہ اب بھی وہیں کام کرتا ہے۔ ان کی یہ مہربان پالیسی اب پھل لائی ہے کہ خلفاء

(۱۶) المقری: نفع الطیب. ج ۱ ص ۳۹۸؛ الادریسی: نزهة المشتاق (وصف افریقیة و اسپانیا) ط ڈوزی

اس امر سے بخوبی واقف ہو گئے ہیں کہ کس طرح پھرے ہوئے انسانوں کو قابو میں لایا جاسکتا ہے، اور ان دونوں مذہبوں (اسلام اور عیسائیت) میں تضادم کو کس طرح روکا جاسکتا ہے۔ صرف نظر اس سے کہ ابتداء میں اندوہ گین اور افسوسناک واقعات رونما ہوئے جب قرطبہ کی گلیوں میں خون بہایا گیا تھا *

وہ یہودی بھی، جن کا ان لوگوں کے درمیان رہنا مقدر ہو چکا تھا، اس وقت عمومی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کے مدارس اور عبادت گاہیں پوری طرح آزاد تھیں اور وہ اس طرح پھل پھول رہے تھے جس طرح ان کے دوسرے بھائی مشرقی ممالک میں۔ ان کے یہ سب امور خلیفہ الحکم کے طبیب خاص: حسدای کے زیر نگرانی چل رہے تھے۔ ہمیں علم ہے کہ یہ لوگ نہ صرف عربی لکھتے پڑھتے بلکہ عربی کتابوں پر مشتمل کتب خانے قائم کرتے تھے۔ بادیس بن حبوس غرناطی کا یہودی وزیر یوسف بن اسماعیل اپنے عہد کے اسلامی اسپین میں کتابوں کے شائقین اور جمع کرنے والے مشہور ترین لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کا کتب خانہ چند مشہور و معروف کتب خانوں میں سے ایک تھا (۱۷)۔

نئی نسل کا ایک بڑا حصہ ان لوگوں سے بری طرح متاثر ہوا جو انتہا پسند تھے، اور ان کا تعلق قطلونیوں، فرانسیسیوں، مباردیوں اور کالبریا کے لوگوں سے تھا۔ اس تاثر نے ان میں سے بعض کے لئے یہ گھٹیا صورت حال پیدا کردی کہ وہ حریم شاہی میں خادم بن گئے۔ مگر ان کے ساتھ، یہ لازمی احتیاط برتی گئی کہ شریف عورتوں کے وقار کو ان سے کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ ان کی تعلیم و تربیت اس نہج پر کی جاتی کہ وہ بعد میں ادباء کے زمرے میں

* مسلمانوں کے قرطبہ میں دخول کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۷) ابن الخطیب: الاحاطة فی اخبار غرناطہ (ط القاہرة) ص ۴۴۷؛

شامل ہو کر ان کی تعداد میں اضافہ کرسکیں۔ یہ لوگ شعر کہتے، عربی میں لکھا کرتے اور کتب خانے قائم کیا کرتے۔ اس سے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ کتاب سے ان کی محبت کس درجہ تک قائم ہو جاتی تھی (۱۸)۔

یہ جذبہ سب سے پہلے بڑے لوگوں میں پیدا ہوا۔ اس کے بعد ان کی طرف منتقل ہوا جو ان سے مشابہت رکھنا چاہتے تھے، جیسا کہ ہوا کرتا ہے اور آجکل بھی ہو رہا ہے۔ بعض اوقات ان مجنونی شائقین کتب کا علماء کرام میں کتابیں جمع کرنے والوں کے ساتھ بڑا سخت مقابلہ بھی ہو جاتا تھا۔ ہم مشہور سیاح اور کتابوں کے جمع کرنے والے الحضرمی کے اس واقعے کو بیان کرتے ہیں، جو انہوں نے قرطبہ میں اپنی سیاحی کے دوران ایک دوکان پر دیکھا تھا، جہاں کتابوں کی فروخت نیلام عام کے ذریعہ ہو رہی تھی، وہ کہتے ہیں :

”میں ایک مرتبہ قرطبہ میں ٹھہرا اور کچھ وقت کے لئے کتابوں کے بازار میں گیا تاکہ میرے مطلب کی کوئی کتاب ملے تو لے لوں۔ اس تلاش میں میں نے ایک اچھی اور عمدہ پیرائے میں لکھی ہوئی کتاب دیکھی۔ میں بہت خوش ہوا۔ وہ نیلام ہو رہی تھی۔ میں بھی بڑھ کر بولی دینے لگا۔ مگر دوسری جانب سے بولی میں بس نہیں ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی قیمت بہت زیادہ ہو گئی۔ میں نے دلال سے کہا کہ اس شخص کو مجھے بھی دکھائیں جو اس کتاب کی بولی بڑھا رہا ہے۔ اس نے مجھے اسیرانہ ہیئت کا ایک شخص دکھایا۔ میں نے اس شخص سے کہا : ”اللہ ہمارے قبہ کی عزت قائم رکھے۔ اگر آپ کو اس کتاب کی اشد ضرورت ہے تو میں آپ کے لئے چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ اس کی قیمت ہماری وجہ سے بہت بڑھ چکی ہے۔ اس نے جواب دیا : ”میں کوئی فقیہ نہیں ہوں اور نہ مجھے علم ہے کہ اس کتاب میں

کیا ہے۔ لیکن بات دراصل یہ ہے کہ میں نے ایک کتب خانہ قائم کیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ وہ اپنے شہر کے بڑے لوگوں کے کتب خانوں سے زیادہ خوبصورت ہو۔ اس کتب خانہ میں اس کتاب کے حجم کے برابر جگہ خالی ہے۔ میں نے جب اس کتاب کا خط بہت عمدہ پایا اور جلد بہت خوبصورت دیکھی تو اسے خریدنے کا ارادہ کر لیا، اور اس امر کی پروا نہ کی کہ قیمت کتنی بڑھ جاتی ہے۔ اللہ نے جو کچھ دے رکھا ہے اس کا شکر ہے اور وہ کافی ہے،، الحضرمی نے کہا مجھے غصہ آیا اور میں یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ: ”ہاں تیرے جیسے لوگوں کے پاس ہی تو اس قدر دولت ہوتی ہے، اور مجھ جیسے کے پاس جسے علم ہے کہ اس کتاب میں کیا ہے اور اس کتاب سے استفادہ کرنا چاہتا ہے، دولت واقعی کم ہوگی،“ میری کم مائیگی نے اس مقابلے کو ختم کر دیا،“۔

سورخ ابن سعید جس سے ہم نے یہ طویل انتباس نقل کیا ہے، کہتا ہے کہ: اس نے اپنے والد سے سنا ہے کہ صرف ایک شہر قرطبہ میں پورے اسپین سے زیادہ کتابیں تھیں اس کے باشندے کتب خانے قائم کرنے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ شوقین تھے۔ اس طریقے سے یعنی کتب خانہ قائم کرنے سے ایک عام آدمی بہت اہم شخصیت بن جاتا تھا یہاں تک کہ عام لوگ، جنہوں نے علم بھی حاصل نہیں کیا تھا، ان کے گھر بھی کتب خانوں سے خالی نہ ہوتے، اور وہ بھی ایسے کتب خانے جن میں عمدہ اور منتخب کتابیں جمع ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس بات کا لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر ہوتا جب یہ کہا جاتا کہ فلاں شخص کے پاس کتب خانے میں فلاں کتاب کا واحد نسخہ موجود ہے۔ یا یہ کہ فلاں کے کتب خانے میں فلاں مشہور کتاب سے لکھوا کر نسخہ رکھا ہوا ہے (۱۹)۔

میرے خیال میں قرطبہ کے سوق الوراقین میں کتابوں کی کثرت اور عام ہونے کی حالت کی جو تصویر اوپر کھینچی گئی ہے، اس سے اچھی حالت اس دور میں بالکل ناممکن تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس شوق نے عوام کے دلوں میں کیسی ہل چل مچا رکھی تھی کہ وہ علم کی خاطر نہیں بلکہ امارت کے اظہار کی خاطر کتابیں جمع کرتے تھے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ایک صحیح جذبے کے تحت کتابیں جمع کرنے والا ایک کتاب کی سخت احتیاج کے باوجود اسے نہ خرید سکا، کیونکہ وہ کتاب ایک دوسرا شخص خرید رہا تھا جس کا مقصد اس کتاب کو اپنے گھر میں سجانے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ اس واقعے سے ایک اجنبی کے دل میں جو حیرت پیدا ہوئی ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس شخص نے اپنے ہاں کبھی اس قسم کا واقعہ نہیں دیکھا تھا۔

قرطبہ میں سالانہ کتنی کتابیں نقل ہوتی تھیں، اس کا حساب انسان کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ ویسے اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اگر طلباء سے حساب لگایا جائے تو یہ جان لیجئے کہ پانچ ہزار سے چھ ہزار تک طلباء زیر تعلیم رہتے تھے۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان طلباء کو سال میں کئی کتابیں پڑھانی جاتی تھیں۔ علاوہ بریں سینکڑوں عورتیں مصاحف اور کتب عبادات کے لکھنے میں منہمک رہتی۔ ان میں سے بعض تو دو ہفتوں میں ایک قرآن کریم مکمل لکھ لیتی تھیں۔ مزید برآں کئی وراقین کے ہاں نسخا بیٹھے نقل کرنے کا کام اجرت پر کرتے رہتے تھے۔ بڑے بڑے اور خاص کتب خانوں میں اپنے طور پر نسخا نقل کا کام کرتے تھے۔ ان سب کی مجموعی کوشش سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بلا مبالغہ ہر سال قرطبہ میں سات اور آٹھ ہزار کے لگ بھگ کتابیں نقل ہوتی تھیں۔

ابن بشکوال نے قرطبہ کے ایک عالم عبدالملک بن زیادۃ اللہ بن علی ابن حسین بن محمد بن أسد التیمی کے حالات زندگی لکھتے ہوئے وہ اشعار بھی نقل کئے ہیں جو عبدالملک نے اپنے گرد ایک ہزار طلباء کے جمگھٹے پر خوش

ہو کر کہے تھے۔ جب انہوں نے یہ شعر کہے تو ہر ایک طالب علم کے پاس قلم و دوات تھی اور انہوں نے یہ شعر لکھ لئے :

میرے گرد جمع شدہ ایک ہزار قلمیں مجھ سے ”حدثنی“ اور کبھی
 ”أخبرنی“، لکھتی ہیں۔ یہ قلمیں اس امر کا اعلان کر رہی ہیں کہ یہ
 عزت بغیر محنت حاصل ہونے والی چیز نہیں ہے۔

موصوف عبدالملک ۱۶ ذی الحجہ ۵۳۹۶ھ کو پیدا ہوئے اور ربیع الآخر
 ۵۴۵۷ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے (۲۰)۔

کتابیں نقل کرنے اور ان کی جلدیں بنانے میں اسپینی مسلمانوں کی
 شہرت کی شہرت مشرق تک پہنچ چکی تھی جس کا ذکر المقدسی نے اپنی کتاب :
 احسن التقاسیم میں نہایت خوبی سے کیا ہے (۲۱)۔

کتابوں کی یہ تعداد موجودہ عہد کی کتابوں کے مقابلے میں تو بلاشبہ
 کم ہے مگر یہی تعداد حیران کن ہے جب ہم اس کا مقابلہ اس وقت کے
 حالات کو مد نظر رکھ کر کریں جب مطبع نہیں تھا، اور کتابیں ہاتھ سے
 لکھی جاتی تھیں۔ [اندازہ لگا یا گیا ہے کہ] پورے براعظم یورپ میں اس قدر
 کتابیں نقل نہیں ہوتی تھیں [جو صرف ایک شہر قرطبہ میں نقل ہوتیں]۔
 اگر ہم یہ کہیں کہ تب اندلس کے کتب خانے، شائقین کتب اور کتابوں
 کی تعداد اس وقت کے مقابلے میں زیادہ تھے، تو یہ امر حقیقت سے متجاوز
 نہ ہوگا۔ مثلاً اسپین کے دو بڑے شہر سرقسطہ (Saragoza) اور بلنسیہ
 (Velencia) جو اس وقت آبادی کے لحاظ سے پہلے کی نسبت کافی زیادہ
 ہیں ان میں انیسویں صدی عیسویں کے آواخر میں جب ادبی
 تحریک بہت پھیل چکی ہے، صرف چار کتب خانوں کا پتہ چلتا ہے جو مطبع کی
 ایجاد کے بعد قائم ہوئے ہیں۔

(۲۰) ابن بشکوال : کتاب الصلۃ . ج ۱ ص ۳۴۴ ت ۷۷۲ .

(۲۱) المقدسی : احسن التقاسیم . ط دی غویہ ص ۲۳۹ .